شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

# رحیمیہ

لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری
قدس اللہُ سِرّہُ السّعید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی **عبدالخالق آزاد** رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

اگست 2022ء / محرم الحرام ۱۴۴۴ھ • جلد نمبر 14، شمارہ نمبر 8 • قیمت: 30 روپے • سالانہ ممبر شپ: 350 روپے

**مجلسِ ادارت**

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

## ترتیبِ مضامین

- جھوٹی آرزوؤں پر مبنی معاشروں کا زوال
- نظامِ ظلم کی حمایت کا نتیجہ
- مؤذنوں کے سردار حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہٗ
- جمہوری تماشہ اور گماشتہ میڈیا
- اَخلاق کی درستگی کے لیے دس مسنون ذکر واذکار (4)
- تنگ ہوتا ہوا قرضوں کا پھندہ
- زائد دولت انسانی معاشروں کو لوٹانا؛ عالمگیر ضرورت
- ہر انسان کے لیے اجتماعیت کا حصہ بننے کی ناگزیریت
- انسان دُشمن اور خدا سے غافل جماعت کی علامات
- قائم نظام میں عوام کے نام پر موجود گروہوں کی حیثیت
- جمعۃ المبارک کے دن سورۃ الکہف کی تلاوت کی اہمیت
- حضرت مولانا حکیم سیّد محمد مکرم حسین سنسار پوریؒ کا سانحۂ ارتحال
- دینی مسائل

## ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ — مسند نشین ثانی خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا کہ:

’’جس کے دل میں یہ (خیال) پیدا ہوگیا کہ ہائے (افسوس! مجھے) کچھ (مفید اور نیک کام) کرنا چاہیے تھا۔ یہ (احساس) بڑی غنیمت ہے۔ ورنہ (انسان اس کے بغیر) غفلت میں ہی رہتا ہے اور (کچھ) لوگ (کسی ناخوش گوار حالت کے پیش آنے پر یوں بھی) کہا کرتے ہیں کہ ’’یہ مصیبت، نہیں معلوم کیوں آئی، (ہم نے) کوئی گناہ تو کیا نہیں‘‘۔ میں کہتا ہوں کہ ’’غفلت (بے شعوری میں رہنا) ہی کیا کم گناہ ہے‘‘۔

(۲؍شوال المکرّم ۱۳۶۶ھ/ 19؍اگست 1947ء۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 347، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

**رحیمیہ** ہاؤس، 33/A، کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

## درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

# جھوٹی آرزوؤں پر مبنی معاشروں کا زوال

وَ مِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ وَ اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ﴿۷۸﴾ (2-البقرہ:78)

(اور بعض ان میں بے پڑھے ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی' سوائے جھوٹی آرزوؤں کے، اور ان کے پاس کچھ نہیں، مگر خیالات۔)

گزشتہ آیات میں یہودی علما کی دو خرابیاں بیان کی گئی تھیں: ایک یہ کہ اللہ کے کلام کو سمجھنے کے باوجود' اس میں جان بوجھ کر تحریف کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ صحیح اور سچے علم کو عام انسانوں سے چھپاتے تھے۔ ان کے سامنے من گھڑت باتیں بیان کرتے تھے۔

اس آیت میں یہودیوں کے عام عوام کی خرابی بیان کی جا رہی ہے۔ اس خرابی کی وجہ بھی دراصل یہودی علما ہی ہیں، جو انھیں الفاظ کے گورکھ دھندوں میں اُلجھا کر جھوٹی تمنائیں اور آرزوئیں اُن میں پیدا کرتے تھے اور پھر اُن سے کھیلتے تھے۔ انھیں فروخت کر کے اُن سے مال و دولت کماتے تھے۔

**وَ مِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ**: اس آیت میں یہودیوں کے جاہل اور عام لوگوں کی دو خرابیاں بیان کی جا رہی ہیں: ایک یہ کہ وہ اللہ کی سچی کتاب تورات کا علم بالکل نہیں رکھتے۔ اس علم سے بالکل کورے اور بے پڑھے لکھے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ وہ صرف جھوٹی تمنائیں اور آرزوئیں رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے پاس اَور کچھ نہیں۔ یہودی معاشرے کی بڑی خرابیاں یہی تھیں کہ ایک طرف اُن کے علما اور اہلِ دانش لوگوں سے صحیح علم کو چھپاتے اور سچے علم میں تحریف کرتے تھے۔ دوسری طرف عام آدمی حقائق پر مبنی توراتِ مقدس کے سچے علم پر صحیح عمل کرنے کے بجائے محض تمناؤں اور آرزوؤں کے پیچھے بھاگتے تھے۔ پھر اہلِ علم و دانش اُن کی تمناؤں اور آرزوؤں کو بیچ کر اپنے مادی مفادات اور دولت حاصل کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دوسری جگہ علم و عمل کی اہمیت اور لوگوں کی تمناؤں اور آرزوؤں کی نفی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: ''نہ تمھاری اُمیدوں پر مدار ہے، نہ اہل کتاب کی اُمیدوں پر۔ جو کوئی بُرا کام کرے گا، اُس کی سزا پاوے گا۔ اور نہ پاوے گا اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی اور نہ اپنا کوئی مددگار۔ اور جو کوئی کام کرے اچھے، مرد ہو یا عورت اور ایمان رکھتا ہو، سو وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں، اور ان کا حق ضائع نہ ہوگا تل بھر''۔ (4-النساء:123) اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

''کتاب والوں، یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کو خیال تھا کہ ہم خاص بندے ہیں، جن گناہوں پر خلقت پکڑی جائے گی، ہم نہ پکڑے جائیں گے۔ ہمارے پیغمبر حمایت کر کے اُن کو بچا لیں گے۔ اور نادان اہلِ اسلام بھی اپنے حق میں یہی خیال کر لیا کرتے ہیں۔ سو فرما دیا کہ نجات اور ثواب کسی کی اُمید اور خیال پر موقوف اور منحصر نہیں۔ جو بُرا کرے گا، پکڑا جائے گا۔ کوئی ہو۔ اللہ کے عذاب کے وقت کسی کی حمایت کام نہیں آ سکتی۔ اللہ جس کو پکڑے، وہی چھوڑے تو چھوٹے''۔

**وَ اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ**: جب کسی معاشرے سے علم و شعور اور اُس پر صحیح عمل ختم ہو جاتا ہے اور محض تمنائیں اور جھوٹی آرزوئیں باقی رہ جاتی ہیں، تو پھر لایعنی خیالات اور توہمات غالب آ جاتے ہیں۔ حقائق کے برخلاف محض اندازے اور گمانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں معاشرے مزید خرابی کی طرف لُڑھکتے چلے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ پر مشرکین مکہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ: ''اُن کے پاس کچھ بھی علم نہیں ہے۔ وہ صرف گمان اور وہم کی اتباع کرتے ہیں۔ اور ظنون و اَوہام حق واضح کرنے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتے''۔ (53-النجم:28)

اسی طرح ایک اَور جگہ لوگوں پر دلائل کی روشنی میں حجت قائم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آپ کہہ دیجیے! کیا تمھارے پاس کچھ علم ہے؟ کہ تم اُسے ہمارے سامنے پیش کرو۔ تم تو صرف ظن و گمان کی پیروی کرتے ہو۔ اور صرف اٹکل اور تخمینے لگاتے ہو۔ کہہ دیجیے کہ (سچے علم کی بنیاد پر) اللہ کی حجت اور دلائل پورے ہو چکے ہیں''۔ (6-الانعام:148)

ان آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے علم و شعور کی اہمیت واضح کی ہے۔ ایسا علم و شعور جو صحیح عمل اور سیدھے راستے کی رہنمائی کرے۔ اس لیے کہ انسانی معاشرے حقائق پر مبنی علم و شعور سے ہی ترقی کرتے ہیں۔ صحیح علم کی بنیاد پر کیے گئے اعمال ہی کسی قوم کی ترقی اور کامیابی کے ضامن ہوتے ہیں۔ ان آیات میں دوسری یہ حقیقت بھی واضح کی گئی ہے کہ محض تمناؤں اور آرزوؤں اور لایعنی خیالات سے کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ یہودی معاشرے کے ساتھ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کے اعلیٰ علم اور بہترین سیاسی نظم و نسق کے باوجود اس قوم کے علما اور عوام زوال کا شکار ہوئے۔ قوموں کی قیادت سے محروم ہوئے۔ ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گئے۔ پستی میں چلے گئے۔

قرآن حکیم نے ان آیات میں یہودی معاشرے کی ان خرابیوں کی عکاسی کر کے دراصل مسلمانوں کے سامنے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ اگر یہ لوگ بھی یہودیوں کے نقشِ قدم پر چلیں گے، اسی طرح علمی حقائق کے برعکس محض تمنائیں اور آرزوئیں پالیں گے، لایعنی خیالات کے اسیر ہوں گے تو ان کے لیے بھی زوال یقینی ہے۔

جب کسی قوم کے قائدین علمی حقائق مسخ کرنے لگیں اور اصل علم چھپا کر غلط اعداد و شمار کے ذریعے سے مفادات اُٹھانے لگیں، اور عام لوگ اُن کے اُلجھاؤ میں آ کر محض تمنائیں پالنے لگیں، لایعنی خیالات اور فضول نظریات اور مفاد پرست جماعتوں کے پیچھے بھاگنے لگیں، تو یقیناً ایسے معاشرے دنیا اور آخرت میں سوائے ذلت و رُسوائی کے اَور کچھ حاصل نہیں کرتے۔ جیسا کہ اس وقت مسلمان معاشروں کا یہی حال ہو چکا ہے۔ انھیں اپنے غلط افکار و نظریات پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ آیات ہمیں برانگیختہ کرتی ہیں کہ ہم بے علمی پر مبنی فرسودہ رویے چھوڑیں اور قرآنی علم و فکر سے پختہ وابستگی اور اُن میں رُسوخ پیدا کر کے صحیح نظریہ اور شعور پیدا کریں اور اپنے معاشروں کی ترقی کے لیے کردار ادا کریں۔

## درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

# نظامِ ظلم کی حمایت کا نتیجہ

عَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِيْلَؓ؛ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ مَّشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهٗ، وَ هُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ، فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ". (مشکوۃ:5135)

(حضرت اوس بن شُرحبیلؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص ظالم کے ساتھ چلتا ہے، تا کہ وہ اس کو تقویت پہنچائے، حال آں کہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے۔ ایسا شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے''۔)

دینِ اسلام کے احکامات میں سے ایک اہم ترین حکم نظامِ عدل کا قیام اور ظلم کی روک تھام ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند ہیں؛ جو عدل قائم کرتے اور ظلم کو ختم کرتے ہیں۔ حق دار کو حق دینا، عدل کہلاتا ہے۔ مؤمن کو حکم ہے کہ وہ زندگی کی ہر سطح پر عدل کے تقاضے پورے کرے۔ اپنی جان کا تحفظ کرنا، ماں باپ، بیوی بچوں، اعزہ و اقربا، ہمسائیوں اور معاشرتی عدل و انصاف کے قیام کے لیے عدل کرنے والی قوتوں کی حمایت کرنا، عدل کرنے والے انسان کی پہچان ہے۔ عادل انسان اللہ کو بہت محبوب ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یومِ محشر کہ جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا، تو اس دن اللہ تعالیٰ سات لوگوں کو اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دیں گے۔ ان میں سے پہلا شخص عدل کرنے والا امام (حکمران) ہوگا''۔ (رواہ البخاری) اس بنا پر عدل انسانی اعمال میں سے ایک ایسا عمل ہے جو اسے اللہ کا مقرب اور مغفرت کا مستحق بنا دیتا ہے۔ جہنم سے چھٹکارے اور جنت کا حق دار بنا دیتا ہے۔ یہ ایسی خوبی ہے جو بے شمار اچھائیوں کی بنیاد اور بے شمار برائیوں کو روکنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

جب کہ ظلم کا معنی ہے کسی کا حق مار کر اس کو اس کے حق سے محروم کر دینا۔ یہ عمل کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اللہ کو بہت ناپسند ہے۔ زیرِ نظر حدیث میں رسول اللہؐ فرما رہے ہیں کہ جو شخص ظلم کا حامی ہے اور ظالم کو تقویت دینے کے لیے اس کی حمایت کرتا ہے تو اس کا یہ عمل اسے اسلام سے خارج کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی اسلام ہی سے خارج ہو گیا تو پھر اس میں اسلام کی دیگر خوبیوں کی پرورش کے امکانات بہت کم رہ جاتے ہیں۔ قرآن حکیم نے جن حکمرانوں کو دُنیاوی زندگی میں قابلِ مذمت قرار دیا ہے، ان کا بنیادی جرم مخلوقِ خدا پہ ظلم ڈھانا تھا۔ احادیثِ مبارکہ میں بھی ظلم کرنے والوں کے بارے میں سخت وعیدات آئی ہیں۔ عوام کو معاشی و سیاسی طبقات میں بانٹنا، ظالم ریاستوں کا وطیرہ ہوتا ہے۔ اسے قرآن حکیم نے فرعون، نمرود اور ان جیسے ظالم حکمرانوں کا وصف قرار دیا ہے۔ ان کے مقابلے پر اولوالعزم پیغمبروں کے عادلانہ کردار کا ذکر کیا ہے۔ اَب انسان کو فیصلہ کرنا ہے کہ اسے فرعونوں کا حامی بننا ہے یا پیغمبروں کی راہ اپنانی ہے۔

حاصل یہ کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان عدل کرنے والا اور ظلم سے دور رہنے والا ہو۔ اور ظلم پسند قوتوں کے مقابلے پر سینہ سپر ہو کر ان کا مقابلہ کرنے والا ہو۔

## صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

# مؤذنوں کے سردار حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہٗ

آپؓ کا نام: بلال، کنیت: ابوعبداللہ، والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ آپؓ حبشی نژاد غلام تھے۔ آپؓ مکہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت بلالؓ مؤذنین کے سرخیل، قدیم الاسلام، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گہرے دوست اور اصحابِ صفہ میں سے تھے۔ آپؓ ظاہری شکل کے لحاظ سے ایک سیاہ فام حبشی تھے۔ آئینۂ دل شفاف تھا۔ اس کو نورِ ایمان نے اس وقت منور کیا، جب کہ معدودے چند بزرگوں نے آپ ﷺ کی دعوتِ اسلام پر لبیک کہا تھا۔ اسلام لانے کی پاداش میں آپؓ کو تپتی ہوئی ریت، جلتے ہوئے سنگ ریزوں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا تا کہ وہ اپنی رائے بدلیں، لیکن ان تمام روح فرسا آزمائشوں کے باوجود آپؓ نے توحید و آزادیٔ رائے کی مضبوط رسی کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایک روز حضرت بلالؓ حسبِ معمول مشقِ ستم بنائے جا رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس طرف سے گزرے اور یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر آپؓ کا دل بھر آیا۔ آپؓ نے ایک گراں قدر رقم معاوضے میں دے کر حضرت بلالؓ کو آزاد کر دیا۔ آں حضرت ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا: ''ابوبکر! تم مجھے اس میں شریک کرلو''، عرض کیا: یارسول اللہ! میں آزاد کرا چکا ہوں۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے: ''ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انھوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا''۔

حضرت بلالؓ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ﷺ نے ان کے اور عبیدہ بن حارث مطلبیؓ کے درمیان یا ایک روایت میں ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے درمیان مواخات کرائی۔ حضرت بلالؓ سب سے پہلے وہ بزرگ ہیں جو اذان دینے پر مامور ہوئے۔ آپؓ کی آواز نہایت بلند و بالا اور دِل کش تھی۔ وہ فصیح و بلیغ تھے۔ ان کی ایک صدا توحید کے متوالوں کو بے چین کر دیتی تھی۔ لوگ اپنے کام چھوڑ کر والہانہ وارفتگی کے ساتھ ان کے اردگرد جمع ہو جاتے۔

حضرت بلالؓ سفر و حضر میں ہر موقع پر رسول اللہؐ کے مؤذنِ خاص، آپؐ کے اہل و عیال کے نان و نفقہ کے نگران اور آپؐ کے خزانچی تھے۔ عیدین و استسقا کی نمازوں میں بلالؓ آپؐ کے آگے لاٹھی لے کر چلتے۔ راستہ میں کوئی پتھر ہوتا تو اس کو لاٹھی سے ہٹا دیتے۔ سامنے سے آنے والوں پر نظر رکھتے، تا کہ کہیں سامنے سے کوئی دشمن نہ آجائے اور آپؐ کو کوئی تکلیف پہنچے۔ حضرت بلالؓ غزوات بدر، اُحد، خندق اور تمام مشاہد میں رسول اللہؐ کے ساتھ حاضر رہے۔ فتح مکہ پر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا حکم دیا تا کہ سابقہ ظالمانہ طبقاتی نظام کی شکست اور کمزور پسے ہوئے طبقوں کی عزت اور قانونِ الٰہی کی بلندی کا اظہار ہو۔ گویا حضرت بلالؓ مظلوم عوام کی ترقی اور عزت کا استعارہ بن گئے۔ حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ جہاد کے لیے شام کے محاذ پر گئے اور پھر وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ آپؓ دمشق میں 60 سال سے زائد عمر میں سن ۲۰ھ میں عہدِ فاروقی میں فوت ہوئے۔

## شذرات

# جمہوری تماشہ اور گماشتہ میڈیا

کسی بھی معاشرے میں حقیقی سیاسی عمل۔ جو کسی بھی دباؤ سے آزاد ہو۔ اس معاشرے کے مسائل کا حقیقی حل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جہاں سیاسی عمل کٹھ پتلیوں کے سہارے اَن دیکھی قوتیں کنٹرول کرتی ہوں، وہ معاشرے نت نئے بحرانوں کی زد میں رہتے ہیں۔ وہاں مسائل کے مصنوعی حل بحرانوں سے مزید بحرانوں کے جنم لینے کا سبب بنتے چلے جاتے ہیں اور بغل بچہ جمہوریت خود شیطان کی آنت ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم پاکستان کی تاریخ میں روزِ اوّل سے اس کا مشاہدہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ جب سے یہ ملک وجود میں آیا ہے، یہاں ابھی تک عوامی نمائندگی کا حقیقی نظام جڑ نہیں پکڑ سکا اور جمہوری تماشے کے نام پر عوام اور جمہوریت دونوں کے ساتھ ایک کھلواڑ جاری ہے۔

اس سال پاکستان میں مارچ 2022ء کو حزبِ مخالف کی ساری سیاسی جماعتوں کی قومی اسمبلی میں حکومت کے خلاف خراب حکمرانی اور معیشت کی بدانتظامی کے الزام کے تحت اسمبلی کا جو اجلاس بلانے کی ریکوزیشن اور تحریکِ عدمِ اعتماد سے بحران پیدا ہوا تھا، وہ تا حال جاری ہے۔ تاہم 26/ جولائی کے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی سربراہی میں تین رُکنی بنچ کے فیصلے نے دونوں فریقوں کو ستانے کا کچھ وقت دے دیا ہے۔

پاکستان میں جاری ناپختہ اور بے صیقل سیاسی عمل کے نتیجے میں ابھی عوامی نمائندگی کے حقیقی نظام کی اس منزل کے نشانات تو کہیں دکھائی نہیں دیتے، لیکن کچے گھڑے پر سرمایہ داری کے دریا میں اس مزعومہ سیاسی سفر سے سیاست کے طالبِ علموں کے لیے سیکھنے کو بہت کچھ ہے اور اس عمل کا ہر کردار ایسا غلطاں و پیچاں ہے، جسے واضح کرنا اہلِ دانش پر لازم ہے۔

سب سے پہلے تو پاکستان میں وقوع پذیر ہونے والے حالیہ اس واقعے نے اس بات پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے کہ دُنیا پر اپنے سرمایہ داری نظام کی بدولت گرفت رکھنے والے ممالک کو اگر چھوٹے ملکوں میں بغل بچہ جمہوریت میں اگر کسی سیاسی جماعت یا لیڈر سے اختلاف ہو جائے تو اپنے داخلی مہروں کے ذریعے یا اَن دیکھے دباؤ کے تحت ان جمہوری تماشے کا تار و پود ایسے بکھیرا جاتا ہے کہ وہ دنیا کے سامنے نشانِ عبرت بن جائے۔ اس سے جمہوری تماشے کے آمرانہ مزاج کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ گویا بہ قولِ اقبالؒ ابھی تک ع ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام

دوسری طرف میڈیا اور اس پر براجمان موسمی دانش وروں کی کھیپ کا وہ کردار ہے، جو ایک خاص بیانیے کو لے کر عوام کے ذہنوں پر حملہ آور ہوتی ہے، جیسے کہ ایک عدالتی فیصلے کے نتیجے میں صوبائی اسمبلی کے ڈی سیٹ ہونے والے ممبران کی نشستوں پر ضمنی انتخابات کے نتائج بارے انھوں نے اپنے تجزیوں کے سبب ایک ایسا سماں باندھا کہ قوم پی ڈی ایم اتحاد کو نجات دہندہ تسلیم کر چکی ہے اور اب کی بار اقتدار سے بے دخل کی جانے والی پارٹی اس کے ہاتھوں کھیت رہے گی، لیکن پنجاب کی نوجوان نسل ابھی نئے عشق کی اسیر ہے۔ اس نے ان متعدد جماعتوں کے اتحاد کو ایسی عبرت ناک شکست دی کہ اینکروں کی خواہشات کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوٹ گیا۔ اس سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ہاں کا میڈیا اپنے مالی اور گروہی مفادات کا محافظ ہے۔ اور یہ ایک تجارت ہے، جس میں تجزیہ نگار ایک بروکر کا کردار ادا کرتے ہیں۔ مالکان نے ایسے تجزیہ نگار پال رکھے ہیں کہ واقعات و حالات کچھ بھی ہوں، انھوں نے اپنے مالکان کی حسبِ خواہش حقیقت کے خلاف وہ تجزیہ پیش کرنا ہے، جو میڈیا گروپ کے دھڑے بندیوں کی فضا کی آبیاری کرے اور مسلسل خبروں اور تجزیوں سے عوام کی رائے پر اثر انداز ہوتا رہے۔

یہ فضا کسی بھی معاشرے میں نئے خیال اور رُجحان کے خلاف بند باندھنے کی ایک ناکام کوشش ہوتی ہے، جس کے کبھی بھی مثبت نتائج نہیں آتے۔ یہ سرمایہ داری نظام میں میڈیا کی وہ پالیسی ہے، جس میں میڈیا سرمایہ داروں کا ہوتا ہے اور وہ مکمل طور پر اُن کے لیے آلہ کار کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ وہ خبروں، تجزیوں اور رپورٹوں میں وہی کچھ دکھانے کی کوشش کرتا ہے، جو سرمائے اور وسائل پر قابض طبقوں کی خواہش ہوتی ہے۔

جب متعدد جماعتی حکومتی اتحاد کے مقابلے میں اقتدار سے نکالی جانے والی پارٹی، جس کے بارے عوام بہت جذباتی ہو چکے تھے، 20 میں سے 15 نشستیں لے چکی اور ایوان میں اس کی سادہ اکثریت ثابت ہوگئی تو نتائج کو ایک گجراتی خط کے ذریعے بدلنے کی کوشش کی گئی، جس سے الیکشن کے ذریعے حل کیا جانے والا بحران مزید گہرا ہوگیا۔

یہاں پر ایک مُـــزمِـــن مرض کو مرکزِ نگاہ بنائیے! وہ یہ کہ ہمارے سیاست دانوں کی اکثریت ہارتی ہوئی جمہوری قدروں کا پاس کرنے کے بجائے کسی چالاکی، شرارت اور ممبران کی خرید و فروخت یا بے اصولی کی چھری سے جمہوریت کو ذبح کرنے کی آخری دم تک کوشش کرتی ہے۔ اور اس ملک کی تاریخ ہے کہ یہاں جمہوریت ہمیشہ نیم مردہ مریضوں، مارشل لاء، آمروں، عدالتی فیصلوں، ٹیلی فون کالز، بیرونی سائفرز اور خفیہ رکھے جانے والے مختلف خطوط کی زد اور ٹھوکروں پر رہی ہے۔

اس گماشتہ جمہوریت کے سارے پراسیس میں ووٹر لسٹ کی تیاری اور پبلک پولنگ اسٹیشنز سے لے کر جمہوریت کے اعلیٰ ایوانوں؛ سینٹ، نیشنل اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں تک میں عوام کے ووٹ اور رائے کی ایسی ناقدری کی جاتی ہے کہ کبھی یہ ووٹ خریدا جاتا ہے اور کبھی بیچا جاتا ہے۔ کبھی قبول نہیں کیا جاتا اور کبھی گِنا ہی نہیں جاتا۔ کبھی بلاوجہ اعتراض لگا کر مسترد کر دیا جاتا اور کبھی اس کے خلاف کوئی اَور ہتھکنڈا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور کبھی منتخب ایوان ہی کو چلتا کر دیا جاتا ہے۔ انتخابات کے ذمہ دار ادارے 'صوبائی الیکشن کمیشن' کی جانب سے ووٹر لسٹ میں 40 لاکھ لوگوں کو فوت شدگان لکھا گیا، جس کو عدالت میں چیلنج کرنے پر اسے ڈیٹا انٹری کی انسانی غلطی قرار دے کر اصلاح کی گئی۔ اور طُرفہ تماشا یہ ہے کہ اس سارے عمل میں ''ووٹ کو عزت دو'' اور ملک میں جمہوریت کی دعوے دار جماعتوں کے چیمپیئن بھی شامل ہوتے ہیں۔ (بقیہ: صفحہ 12 پر)

# اَخلاق کی درستگی کے لیے دس مسنون ذکرواَذکار

4

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه'' میں فرماتے ہیں:

(اللہ کی پناہ میں آنے والی مسنون دعائیں)

''رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ مسنون اور جامع ترین دعائیں، جن سے انسان مختلف مصیبتوں اور پریشانیوں سے نجات حاصل کرکے اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے:

(1)

''أعوذُ باللّٰه مِن جَهْدِ البلاءِ، و دَرْکِ الشّقاءِ، و سُوءِ القَضاءِ، و شَماتَةِ الأعداءِ''. (متّفق علیه، مشکوٰة، حدیث: 2457)

(میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں مصیبتوں کی مشقتوں سے، بدبختی کے پانے سے، ایسے فیصلوں سے جو انسانوں کو نقصان دینے والے ہیں۔ اور دُشمنوں کے مجھ پر ہنسنے اور طعنے دینے سے۔)

(2)

''اللّٰهُمّ إنّی أعوذ بک مِن الهَمّ، و الحُزْن، و العَجْز، و الکَسَل، و الجُبْن، و البُخل، و ضَلَعِ الدَّین، و غَلَبةِ الرِّجال''.

(متّفق علیه، مشکوٰة، حدیث: 2458)

(اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں مصیبت سے، اور غم سے، اور عاجز آجانے سے، اور سستی سے، اور بزدلی سے، اور بخل سے، اور قرضوں کے بوجھ سے، اور لوگوں کے مجھ پر غالب آجانے سے۔)

(3)

''اللّٰهُمّ إنّی أعوذ بک مِن الکَسَل، و الهَرَم، و المَغْرَم، و المَأثَم.

اللّٰهُمّ إنّی أعوذ بک مِن عذابِ النّار، و فِتنة النّار، و فتنة القَبْر، و عذاب القَبْر، و مِن شرّ فتنةِ الغِنٰی، و مِن شرّ فتنة الفَقَر، و مِن شرّ فتنة المسیح الدّجّال.

اللّٰهُمّ اغسِلْ خَطایایَ بماءِ الثَّلْجِ و البَرَد، و نَقّ قَلبی کَما یُنَقَّی الثَّوبُ الأبیَضُ مِن الدَّنَس، و باعِدْ بَینی و بَینَ خَطایایَ، کما باعَدتَّ بین المَشْرِقِ و المَغرِب''. (متّفق علیه، مشکوٰة، حدیث: 2459)

(اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں سستی سے، اور بڑھاپے سے، اور قرضوں سے، اور گناہوں کی جگہ سے۔

اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں جہنم کے عذاب سے، اور جہنم کے فتنے سے، اور قبر کے فتنے سے، اور قبر کے عذاب سے، اور مال داری کے فتنے کے شر سے، اور بھوک اور افلاس کے فتنے کے شر سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے۔

اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور ٹھنڈے پانی سے دھو دے، اور میرے دل کو اس طرح صاف کردے، جیسے سفید کپڑے کو داغ سے صاف کیا جاتا ہے۔ اور میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا فاصلہ کردے، جتنا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان تُو نے دوری پیدا کی ہوئی ہے۔)

(4)

''اللّٰهُمّ آتِ نَفسی تَقْوَاها، و زَکّها أنتَ خیرُ مَن زَکّاها، أنتَ ولیُّها و مولاها.

اللّٰهُمّ إنّی أعوذ بک مِن علمٍ لا یَنفَعُ، و مِن قلبٍ لا یخشَعُ، و مِن نفسٍ لا تشبَعُ، و مِن دعوةٍ لا یُستجابُ لها.''

(رواه مسلم، مشکوٰة، حدیث: 2460)

(اے اللہ! میرے نفس کو اُس کا تقویٰ عطا فرما، اور اُسے پاک فرمادے۔ اس لیے کہ تُو ہی نفسوں کو اچھی طرح پاک کرنے والا ہے۔ تُو ہی اُن نفسوں کا کارساز اور مددگار ہے۔)

اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو۔ ایسے دل سے جس میں تیرے سامنے خشوع و خضوع نہ ہو۔ ایسے نفس سے جس کی بھوک کبھی نہ مٹے۔ اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔)

(5)

''اللّٰهُمّ إنّی أعوذُ بک مِن زوالِ نِعْمَتِک، و تَحَوُّل عَافِیَتِک، و فُجَاْةِ نِقْمَتِک، و جَمِیعِ سُخطِک''. (رواه مسلم، مشکوٰة، حدیث: 2461)

(اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں تیری نعمتوں کے زائل ہونے سے، تیری عطا کردہ عافیت کے بدل جانے سے۔ تیرے عذاب کے اچانک آجانے سے اور تیری تمام ناراضگیوں سے۔)

(6)

''اللّٰهُمّ إنّی أعوذُ بک مِن الفَقْرِ، و القِلّة، و الذِّلّةِ، و أعوذُ بک مِن أن أَظْلِمَ أو أُظْلَمَ''. (رواه ابوداؤد و النسائی، مشکوٰة، حدیث: 2467)

(اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں بھوک اور فقر سے، چیزوں کی قلت اور کمی سے، اور ذلت اور رُسوائی سے، اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ میں کسی پر ظلم کروں، یا مجھ پر ظلم کیا جائے۔)

(حُجّة اللّٰه البالغة، باب الاذکار و ما یتعلّق بها)

www.rahimia.org

## ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، اسلام آباد

# تنگ ہوتا ہوا قرضوں کا پھندہ

کیا پاکستان دیوالیہ ہونے جارہا ہے؟ یہ سوال سری لنکا کی معاشی تباہی کی جھلکیاں دیکھ کر ہر پاکستانی کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ کیا واقعی ایسا ہونے جارہا ہے؟ اس سوال پر سنجیدگی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کے اندر اور باہر متعدد ذمہ دار اور نام وَر تھنک ٹینکس اس خدشے کا اظہار کرتے آرہے ہیں۔ گزشتہ پندرہ سالوں کے معاشی اعشاریوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر گزرتے سال قرضوں پر سالانہ سود کی ادائیگی غیر معمولی رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ پاکستانی معاشی ذمہ داران نے اس عرصے کے دوران قرضوں کا ایک ایسا عفریت جنا ہے، جو بالآخر معیشت کو حتمی تباہی سے دوچار کردے گا۔ صرف پانچ سالوں میں بجٹ دستاویز کے مطابق طے کیے جانے والے تخمینے، قرضوں اور اُن کے سود کی ادائیگی کے تناظر میں درجِ ذیل جدول میں دیے گئے ہیں:

| کھرب روپے | 2018ء | 2019ء | 2020ء | 2021ء | 2022ء | 2023ء |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ٹیکس و دیگر آمدن | 48 | 50 | 52 | 64 | 74 | 94 |
| کُل قرض پر سود کی ادائیگی | 15 | 20 | 27 | 29 | 31 | 40 |
| بیرونی قرضوں کے اصل کی واپسی | 4 | 9 | 12 | 13 | 23 | 38 |
| دیگر اخراجات و ادائیگیاں | 48 | 51 | 58 | 63 | 87 | 89 |
| مزید قرض | 18 | 27 | 31 | 39 | 63 | 79 |

اس جدول کے بہ غور مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دو ایسی مدّات ہیں، جو غیر معمولی اضافے سے دوچار ہیں: ایک بیرونی قرضوں کی واپسی اور دوسرا مزید قرضوں کا حصول۔ اور ہر لحظہ بڑھتا ہوا ڈالر اِن اعداد و شمار پر مزید اثر انداز ہوتا جائے گا۔

دراصل پاکستان گزشتہ پانچ سالوں میں ایک گرداب میں پھنستا چلا جارہا ہے۔ ہماری مقتدرہ کی عاقبت نااندیشی اور مفاد پرستی تو پہلے سے موجود تھی، لیکن ان پانچ سالوں میں ہمیں کرونا وبا، اور رُوس یوکرین کی جنگ کی تباہ کاریوں نے آن لیا۔ ہر ملک نے ان تباہ کاریوں سے نبرد آزما ہونے کی حکمتِ عملی بنائی، لیکن ہمارے کرتا دھرتاؤں نے تباہ کن صورتِ حال میں ایک نیا میدان سجا لیا، جس نے رہتی سہتی کسر پوری کردی۔ ایسا نہیں ہے کہ پاکستان مشکلات سے نکل رہا تھا، لیکن گزشتہ چار ماہ کے عاقبت نااندیش اقدامات نے پاکستان کی معاشی تباہی کو حتمی تباہی میں بدلنے میں عمل انگیز کا کردار ادا کیا ہے۔

اگر پاکستان کی یہی ڈگر رہی تو دو سال بھی مشکل ہیں۔ کیوں کہ ملک عزیز جو ٹیکس اکٹھا کرے گا، وہ قرضوں اور سود کی واپسی پر خرچ ہو جائے گا اور ملک چلانے کے لیے پھر سے بھیک مانگنی پڑے گی، لیکن فرض کرلیا جائے کہ ٹیکسوں میں چھوٹ ختم کردی جائے اور عوامی نمائندوں کو گرانٹس دینے کا عمل کم از کم پانچ سال تک روک دیا جائے، صوبوں کو ادائیگیاں 50 فی صد کم کردی جائیں، ٹیکس کی وصولی بڑھا کر کُل قومی پیداوار کے 9 فی صد سے کم از کم 15 فی صد کردیا جائے اور ملکی بقا کے لیے حکومتی اخراجات اور دفاعی بجٹ میں کم از کم ایک تہائی کی کمی کی جائے، درآمدات کو ہر قیمت پر 60 ارب ڈالر سے نیچے رکھا جائے اور سیاسی حکومتوں کو یکسوئی کے ساتھ کام کرنے دیا جائے، ایسی صورت میں پاکستان کی بقا ممکن ہے۔ دوسری صورت میں مندرجہ بالا اُمور پر کسی بھی درجے کا عمل درآمد پاکستانی معیشت کو دو دن اَور چلا پائے گا، لیکن ہم خود سے سوال کریں کہ کیا یہ ممکن ہے؟ اگر ہماری مقتدرہ ایسا کرنے کا ارادہ کرلیتی ہے تو کیا عوام اس بوجھ کو اٹھا پائیں گے، جو پہلے ہی نہ ختم ہونے والی مہنگائی کی چکی میں پس رہی ہے۔ ایسے میں چھ یا سات سال کسی معجزے سے کم نہیں ہوں گے۔

اٹھارہویں صدی کے فرانس کا مطالعہ کریں۔ اُس وقت فرانسیسی معیشت کے ایسے ہی حالات تھے، لیکن وہاں کی مقتدرہ ہر مسئلے کے حل کے طور پر بے چاری عوام پر ایک نئی قسم کا ٹیکس تھوپ دیتی تھی۔ ہونا پاکستانیوں کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ خوب صورت نعرے ایک طرف رکھیں اور اس بات کا تعین کریں کہ کیا فوج، پی ڈی ایم، پی ٹی آئی یا کوئی ٹیکنوکریٹ سیٹ اپ ملک کو معاشی گرداب سے نکالنے کے لیے کچھ منفرد اَپروچ رکھتے ہیں؟ ہماری غلامی کا تو یہ مقام ہے کہ کرونا وَبا کے دوران امریکا بہادر نے جو معاشی اقدامات اٹھائے، وہی ہم نے اٹھائے، جیسے بے پناہ نوٹوں کی چھپائی اور پھر اگلے سال شرح سود میں بے پناہ اضافہ۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ امریکا اور پاکستان کی معاشی بنیادوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، لیکن چوں کہ سرکار نے ایسا کیا تو ہم کیوں کر پیچھے رہیں۔ اب سرکار نے شرح سود میں معمولی سا اضافہ کیا ہے تو نتیجتاً پاکستان جیسے ممالک باوجود اس کے کہ شرح سود میں اضافے کا بیس سالہ ریکارڈ توڑ دیا گیا ہے، لیکن کام نہیں بن رہا۔ ڈالر بھی اُوپر جارہا ہے اور مہنگائی بھی۔

کرونا وبا کے بعد پاکستان کی بقا کے حوالے سے فیصلہ کُن دہائی کا آغاز ہو چکا ہے۔ عالمی منڈی میں تیل کی گراوٹ اور خوردنی اشیا کی قیمتوں میں کمی وقتی سہارا ثابت ہوگا۔ کیوں کہ ہمارے معاشی اضمحلال کی وجہ عالمی مہنگائی نہیں، بلکہ ہمارے معاشی ڈھانچے کی بناوٹ ہے۔ اس پر طرّہ یہ کہ ہماری مقتدرہ کی سمجھ ایک بچے کی سطح سے اُوپر نہیں اُٹھ سکی۔ اس لیے نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ یہ ان کے بس کی بات نہیں۔ چناں چہ وطنِ عزیز میں تبدیلی کی جدوجہد کرنے والی مخلص قوتوں کو اس قومی مسئلے کے حل کے لیے کردار ادا کرنے کی حکمتِ عملی پر تیزی سے کام کرنا ہوگا۔ عمران خان کی صورت میں ایک آخری چہرہ میدان میں ہے، جو اس نظام کے ہاتھوں جلد ہی ناکامی سے دوچار ہوگا۔ اس کے بعد کی صورتِ حال کا تعین کرنا مشکل نہیں۔

www.rahimia.org

عالمی منظرنامہ مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

# زائد دولت انسانی معاشروں کو لوٹانا؛ عالمگیر ضرورت

عالمی معاشروں اور عالمگیر انسانوں کی ضرورت ہے کہ دولت انسانی معاشرے میں خون کا کردار ادا کرے۔ خون اگر انسانی جسم کے کسی حصے میں ضرورت سے زائد جمع ہوجائے تو فشارِ خون یعنی خون کے دوڑنے کی رفتار تیز ہوجاتی ہے۔ اس سے دل کی شریانوں پر دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ اس کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ پھٹ جاتی ہیں۔ دل پمپ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ انسانی زندگی ختم ہوجاتی ہے۔ دوسری صورت میں اگر خون جسم کے کسی حصے میں ضرورت سے نہ صرف کم پہنچے، بلکہ اس کی رفتار بھی کم رہے تو اس کمی کے باعث شریانیں سکڑنا شروع ہوجاتی ہیں۔ جس کا براہ راست اثر دل پر پڑتا ہے۔ تو بھی دل کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ انسانی موت واقع ہوجاتی ہے۔ گویا خون کی رفتار اور دباؤ میں غیر معمولی اضافہ یا کمی دونوں صورتوں میں انسان کی قوتِ کاسبہ کے چھن جانے کا سبب بنتا ہے۔

اسی طرح جب معاشرے کے کسی طبقے میں دولت ضرورت سے زائد جمع ہوجائے تو بھی معاشرے کے لیے وبالِ جان بن جاتی ہے۔ اس طبقے میں بداعمالیاں جنم لیتی ہیں۔ اپنے مخصوص گروہی اور خاندانی مفادات غالب رہتے ہیں۔ تکبر اور غرور، تنگ نظری اور گھٹن بڑھ جاتی ہے۔ معاشرے کے اجتماعی حقوق سلب ہوجاتے ہیں۔ اشرافیہ کا یہی بُرا اور بداَخلاقی پر مبنی طرزِ عمل معاشرے میں فروغ پاتا ہے۔ اسی طرح جب معاشرے کے اکثریتی حصے میں دولت ضرورت کے مطابق نہیں پہنچتی۔ ان کے بنیادی حقوق اور ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔ سماج کے جملہ طبقات تدریجاً مفلوج ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ ان کے رویوں میں بھی تنگ نظری، پست ہمتی، دل شکنی، بددلی، بے عملی، گھٹن اور محرومی پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے۔ معاشرہ قومی حیثیت سے تباہ ہوکر رہ جاتا ہے۔ گویا دونوں انتہائیں معاشرے کی بربادی کا سبب بنتی ہیں۔

چین کی کیمونسٹ پارٹی کے مرکزی فنانشل اینڈ اِکنامک افیئرز کمیشن کا سالانہ اجلاس 2/ستمبر 2021ء کو بیجنگ میں منعقد ہوا۔ (رائٹر 2/ستمبر 2021ء)۔ اجلاس کی سربراہی چین کے حالیہ صدر شی جن پنگ نے کی تھی۔ اجلاس میں مؤقف اختیار کیا گیا کہ چین نے اپنے ملک میں انتہائی پست سطحِ غربت سے نیچے زندگی گزارنے والے 77 کروڑ لوگوں کو خطِ غربت سے بلند کرلیا ہے۔ ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق ہر وہ شخص غریب شمار ہوتا ہے، بلکہ خطِ غربت سے بھی نیچے شمار ہوتا ہے، جو ایک دن میں ایک سو نوے روپے سے کم کماتا ہے۔ چین والوں کا کہنا ہے کہ آج سے چالیس سال قبل چین میں لگ بھگ 80 کروڑ لوگ خطِ غربت سے نیچے تھے۔ شی جن پنگ جب 2012ء میں چین کے صدر بنے، اس وقت 9 کروڑ لوگ خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہے تھے۔ شی جن پنگ نے کیمونسٹ پارٹی کے مذکورہ اجلاس 2021ء میں علان کردیا کہ آج چین میں کوئی بھی غریب نہیں ہے۔ جو کوئی بھی غریب تھا، ہم اسے خطِ غربت سے اوپر لے آئے ہیں۔ حال آں کہ سرمایہ دار دنیا میں غریب غریب تر ہوتا جاتا ہے اور امیر امیر ترین۔ چین نے ایسا کیا کِیا جس سے اس کے ملک میں غریبی ختم ہوگئی اور لوگ خطِ غربت سے بلند سطح پر پہنچ گئے؟!۔

یہاں ایک بات اَور بڑی اہم ہے کہ چین نے محض ورلڈ بینک کے معیارِ غربت کو ہی بنیاد نہیں بنایا، بلکہ اس نے اسے بھی تبدیل کردیا۔ اس نے خطِ غربت کا اپنا معیار متعین کیا۔ اس نے اس سطح کو بلند کردیا۔ ورلڈ بینک کہتا ہے کہ خطِ غربت کا معیار 1.90 ڈالر ہے۔ یعنی جو ایک دن میں اس سے کم کماتا ہے وہ خطِ غربت سے نیچے ہے۔ چین نے کم سے کم حد کو بھی بڑھا کر 2.30 ڈالر کردیا۔ اگلی بات کہی گئی کہ دریافت کرو کہ سب سے زیادہ غربت کہاں ہے؟ بتایا گیا کہ سب سے زیادہ غربت دیہاتوں میں ہے۔ اس کا فوری علاج یہ کیا کہ دیہاتوں میں رہنے والوں کو یا تو قریب ترین شہروں میں منتقل کردیا، جہاں اُن کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کردیے۔ انھیں زندگی گزارنے کے اچھے مواقع دستیاب ہوگئے۔ ایک اَور ماڈل تیار کیا گیا کہ ان کے دیہاتوں کے پاس ہی فلیٹس بنادیے گئے۔ بڑے بڑے کاروباری مراکز تعمیر کردیے۔ غریبوں کو کہا گیا کہ آپ ان نئے تعمیر کردہ گھروں میں سکونت اختیار کریں۔ گویا ان کے رہنے سہنے کے طور طریقے بھی تبدیل کردیے۔ پُرانے اور کچے گھروں سے نکال کر انھیں نئے اور پختہ گھروں میں رہائش فراہم ہوگئی۔ اس نئے ماحول میں رہنے والے لوگوں کے لیے نئے کام کے مواقع بھی پیدا کردیے۔ اس طرح کے حالات دیکھ کر ورلڈ بینک نے کہا کہ چین نے اپنی عوام کو خطِ غربت سے نکال کر اوپر کی سطح پر منتقل کردیا ہے۔

چین نے کہا کہ: یہ کام تو ہم نے مکمل کرلیا ہے کہ اپنے لوگوں کو غریبی سے تو نکال لیا ہے۔ اب اگلا مرحلہ ہے انھیں اپنے ساتھ لے کر چلنے کا۔ یعنی ہم نے انھیں لوئر انکم گروپ میں نہیں رہنے دینا، بلکہ اگلے مرحلے میں اَپر مڈل کلاس میں داخل کرنا ہے۔ اس کے بعد مڈل کلاس سے نکال کر ہائر کلاس میں شامل کرنا ہے۔ سوال کیا گیا کہ یہ کیسے ہوگا؟ اس کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟ انھوں نے اپنی آبادی کا سروے کیا تو معلوم ہوا کہ ملک میں 20 فی صد لوگ ایسے ہیں، جن کے پاس دولت سب سے زیادہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں غریبوں کے پاس جتنا پیسہ ہے، امیروں کے پاس اس کا دس گنا سے بھی زیادہ ہے۔ چین کی قیادت کا کہنا ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ امیروں کے پاس جو زائد دولت ہے، اسے معاشرے کی طرف لوٹانا ہے۔

عمومی خوش حالی کا تصور سب سے پہلے ماؤزے تنگ نے 1950ء میں پیش کیا۔ اس کے بعد 1980ء کی دہائی میں ڈینگ زیاؤ پنگ نے جدید کیمونزم، جو ''ثقافتی انقلاب'' کے بعد آیا، اسی تصور کو دُہرایا تھا۔ شی جن پنگ نے اسے عملی شکل میں ایک ماڈل کی صورت میں پیش کیا ہے۔ جس کا نام ''کومن پراسپیرٹی فار آل'' (Common Prosperity for All) یعنی خوش حالی کا چینی کیمونسٹ ماڈل۔ اس کے لیے قانون بنایا گیا کہ: ''ضابطوں کے ذریعے طاقت حاصل کی جائے۔ امیر طبقے کو ساتھ لے کر چلا جائے۔ شفاف آمدنی کا تحفظ کیا جائے۔ امیروں اور کاروباری اداروں کی ایسی حوصلہ افزائی ہو، جس سے وہ اپنی زائد از ضرورت آمدنی معاشرے کو واپس لوٹائیں''۔

بقیہ صفحہ 12 پر

## خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّدنفیس مبارک ہمدانی، لاہور

# ہرانسان کے لیے اجتماعیت کا حصہ بننے کی ناگزیریت

15 / جولائی 2022ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! ہرانسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی سوسائٹی کو ترقی دینے کے لیے کردار ادا کرے۔ یہ انسانیت کا ایک بنیادی فطری تقاضا ہے۔ اس کی تکمیل کے لیے انسان کو معروضیت کے تناظر میں کسی نہ کسی اجتماعیت اور پارٹی کا حصہ بننا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی اجتماعی نظام قائم نہیں ہوسکتا۔

اب سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ پارٹی کون سی ہونی چاہیے۔ ہماری سوسائٹی اسی حوالے سے مشکل صورتِ حال سے دوچار ہے کہ ہمیں اپنے اجتماعی نظام کی تشکیل میں کس اجتماعیت کا حصہ دار ہونا ہے؟ کس جماعت کا انتخاب کرنا ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''سورت الکہف'' میں حضور اقدس ﷺ کو اس حوالے سے بالکل واضح اور قطعی حکم دیا ہے کہ ''وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ'' (18-الکہف:28) آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ ثابت قدم رکھیں کہ جو اللہ کو صبح اور شام پکارتے ہیں، اور خالصتاً اپنے رب کو چاہتے ہیں، اس کی بات مانتے ہیں، اس کی وحدانیت اور اس کا دیا ہوا سیاسی اور معاشی نظام مانتے ہیں۔ اس کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ اس کے قرآنی احکامات اور ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ نماز بھی قائم کرتے ہیں۔ معاشرے کے مظلوم اور غریب ہونے کے باوجود باقی غربا کی مدد بھی کرتے ہیں۔ آپؐ ان کے ساتھ بیٹھیں۔ اپنی توجہ اِدھر اُدھر کے دنیا داروں کی طرف مت کریں۔ آپؐ کا ارادہ اور آپ کا خیال کسی اَور طرف نہیں جانا چاہیے۔

روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ گھر میں تھے۔ فوراً باہر نکلے اور آپؐ نے تلاش کیا کہ ایسے لوگ کہاں بیٹھے ہوئے ہیں؟ مسجد حرام میں تشریف لائے اور آپؐ نے دیکھا کہ جہاں آپؐ پر ایمان لانے والے کمزور اور ضعیف لوگ بیٹھے تھے، ان کی مجلس میں آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا تھا اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے مجھے وہ جماعت مل گئی، جس جماعت کی معیت اختیار کرنے کا مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں ان کمزور لوگوں کے ندر آ کر بیٹھوں۔ جب کہ مسجد حرام میں بڑے زرق برق لباس میں بڑے عمدہ قسم کے اشرافیہ کے لوگ بڑی طمطراق کی مجلسیں منعقد کیے ہوئے تھے، قدیم زمانے سے وہاں کے اشرافیہ کی الگ الگ مجلسیں اور ان کے گروپ بنے ہوئے تھے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ وہاں کے سب سے کمزور اور مظلوم لوگوں کی ڈھارس بندھانے کے لیے، ان میں جرأت پیدا کرنے اور ان میں اس اشرافیہ کے خلاف مزاحمتی شعور پیدا کرنے کے لیے ان کی جماعت میں شامل ہوتے تھے''۔

# انسان دُشمن اور خدا سے غافل جماعت کی علامات

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''جیسے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کی پہچان کرائی، جس میں شامل ہونا چاہیے، ایسے ہی اُس جماعت کی نشان دہی بھی کی کہ جس سے بچنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپؐ اُس کی اطاعت مت کیجیے جس میں تین باتیں پائی جاتی ہوں:

(1) سب سے پہلی یہ کہ ''اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا'': جس کا قلب اور دل ہماری یاد سے غافل ہے، اس کا خدا پرستی سے کوئی تعلق نہیں، وہ بظاہر اللہ کو مانتا ہے، لیکن اللہ کی طاقت اور قوت اور کائنات کے سسٹم پر گرفت سے غافل ہے۔ اس غفلت کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ظالم کی پارٹی میں شریک ہوتا ہے، مظلوموں کی مدد نہیں کرتا۔

انسانی زندگی میں قلب (دل) کی بڑی بنیادی حیثیت ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ''الحاکِمُ هو القَلْب'' (البُدور) انسانی جسم میں قلب حکمران اور سربراہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ انسانی جسم کی ضروریات، تقاضوں اور تمام امور کا پورا کنٹرول رکھتا ہے۔ ارادے کا مرکز بھی قلب ہے اور قلبی ارادے کے ذریعے سے ہی انسان کے جسم کی دیکھنے، سننے، سمجھنے چکھنے اور چھونے کی تمام قوتیں کام کرتی ہیں۔ اگر قلب ہی اللہ کے قوانین، ضابطوں اور اللہ کے تعلق سے غافل ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قلب اپنی اصل طاقت اور قوت جہاں سے وہ سانس لے کر اپنی روح اور جسمانی وجود کو چلا رہا ہے اسی سے غافل ہے تو وہ مثبت طور پر کیا کردار ادا کرے گا۔

(2) دوسری بات یہ فرمائی کہ: ''وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ''، اس شخص کی اطاعت بھی نہیں کرنی، جو اپنی خواہشات کی اتباع کرتا ہے اور خواہش پرست ہے۔ ''ھــــویٰ'' اُس خواہش اور آرزو کو کہتے ہیں جس کا کوئی حقیقی یا معروضی وجود نہیں ہوتا۔ محض تمنا اور خواہش ہوتی ہے اور دنیا میں کوئی کام خواہشات کی بنیاد پر نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک آدمی مکان خریدنے کی خواہش رکھے اور جیب میں پیسے نہ ہوں تو معاشیات کی اصطلاح میں وہ خریدار نہیں ہے۔ کیوں کہ خواہش' حاجت نہیں ہوتی۔ حقیقی حاجت وہ ہوتی ہے کہ جو خریدنے کی طاقت اور قوت بھی رکھتا ہو۔ اسی طرح جیسے شاعروں کی تمنا ہوتی ہے کہ محبوب کے قدموں میں چاند تارے توڑ کر لا کر رکھیں، جب کہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگر آدمی اپنی ایسی خواہشات میں ہی منہمک رہے، تو وہ باقی کام کیا انجام دے گا۔ ''ھــــویٰ'' کا مطلب کسی چیز میں اتنا منہمک ہونا کہ باقی چیزوں سے وہ اندھا ہو جائے اور اُسے کوئی فکر نہ رہے۔ گویا اُس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا اور اس خواہش کے پورا کرنے کے لیے وہ ہر طرح کا ظلم وستم اور انسانیت دُشمنی کا کردار ادا کرتا ہے۔

(3) تیسری بات ارشاد فرمائی: ''وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا'': جو اپنے کاموں میں، اپنی سیاست ومعیشت میں اور تمام احکامات وقوانین میں حد سے تجاوز کرنے والا ظالم اور افراط وتفریط کا شکار ہو، ایسی جماعت میں بھی شامل نہیں ہونا۔ (18-الکہف:28)

ان تین خرابیوں والی جماعت کی اتباع کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے''۔

# قائم نظام میں عوام کے نام پر موجود گروہوں کی حیثیت

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''پچھلے تین سو سال سے دجل وفریب پر مبنی پوری دنیا میں ایک عالمی سامراج اور ظالمانہ عالمی سرمایہ داری نظام وجود میں آیا ہے۔ اس کی بنیادی خرابی ہی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ ان تین خرابیوں کا مجموعہ ہے: وہ اللہ کی یاد سے غافل، خواہش پرست اور افراط وتفریط میں مبتلا ظالمانہ نظام ہے۔ اس کے تابع دنیا بھر کے ممالک ہیں، خواہ وہ اسلام کے نام پر بنائے گئے ہوں یا جمہوریت کے عنوان سے، ان ممالک کے حکمران طبقوں کا طرزِ فکر وعمل اور ان کے معاملات بھی انھی تین خرابیوں سے عبارت ہیں۔

آج ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ ہمارے ملک پر دو طرح کے طبقات قائم ہیں: ایک طبقے کا تعلق یہاں کی اسّی نوے فی صد مظلوم آبادی سے ہے، مزدوروں سے ہے، کسانوں سے ہے، یہاں کے غریبوں سے ہے، ہاریوں سے ہے، وہ مظلوم لوگ جن پر یہ سسٹم ظلم کرتا ہے۔ اور ایک مخصوص طبقہ اشرافیہ کا ہے، جن میں یہ تین بیماریاں مکمل طور پر موجود ہیں۔ اس کے باوجود لوگ کہتے ہیں کہ اسی نظام کی کسی ایک پارٹی کے ذریعے تبدیلی آجائے گی۔ یہی غلط فہمی ہے۔ کیوں کہ یہ پارٹیاں اسی اشرافیہ کے ظالمانہ نظام کے ذیلی گروہ ہیں۔ یہ پارٹیاں نہیں ہیں۔ پارٹی ہوتی تو اس نظام سے الگ اپنی ایک شناخت پیدا کرتی۔ پارٹی وہ ہوتی ہے جس کا ایک نظریہ ہو، ایک پروگرام ہو، ایک لائحہ عمل ہو، ایک اجتماعیت ہو۔ اس کے بغیر پارٹی نہیں ہوتی۔

یہ ایسے جتھے سے وابستہ لوگ ہیں کہ آج ایک گروہ میں ہوتے ہیں تو چھلانگ لگا کر کل کو دوسرے گروہ میں چلے جاتے ہیں، پھر تیسرے گروہ میں چلے جاتے ہیں۔ ان سب کا، بشمول اسلام کے نام پر کام کرنے والے گروہوں کا ایک ہی نظریہ ہے کہ وہ اسی اشرافیہ کے بنائے ہوئے ظالمانہ نظام کے محافظ ہیں۔ اسی نظام کے نمائندے ہیں۔ اس لیے اپنے گروہ بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔ لہٰذا یہ غلط فہمی اپنے دماغوں سے نکال دینی چاہیے کہ یہ سب مختلف پارٹیاں ہیں، چاہے وہ اسلام کے نام پر ہو، چاہے وہ انصاف کے نام پر ہو، مسلم کے نام پر ہو یا عوام کے نام پر ہو۔ یہ سب ایک ہی طبقاتی سیاسی نظام کے چٹے بٹے ہیں، جس کا بنیادی فکر اللہ کی یاد سے غفلت ہے۔ اگر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہوتے تو اللہ کا نظام اس ملک میں قائم کرتے، جو ملک اللہ کے نام پر بنایا گیا تھا، جس میں یہ نعرہ لگایا گیا تھا ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ''۔ اگر یہ مخلص ہوتے تو اس ''لا الٰہ الا اللہ'' کا اثر ان کے قلب میں ہوتا۔ پھر سسٹم بھی بدلتا۔

آپ بتلائیے کہ یہ جتنے بھی اشرافیہ کے لوگ ہیں ان کا ارادہ واقعی ''لا الٰہ الا اللہ'' کا نظام لانا ہو تو کیا نہیں لا سکتے؟ نہیں! ان کا ارادہ ہی نہیں ہے کیوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان ایک چیز کا ارادہ کرے اور وہ نہ ہو سکے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر شرط لگائی کہ ''یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ'' کہ اس جماعت کا مقصد اور ارادہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہو''۔

# جمعۃ المبارک کے دن سورۃ الکہف کی تلاوت کی اہمیت

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''قرآن حکیم نے سچی جماعتوں اور جھوٹی پارٹیوں کے اُصول بیان کرنے کے بعد واضح طور پر ارشاد فرمایا: ''قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ'' یہ حق بات ہے، بڑی کھری اور سچی بات ہے۔ تمھارے رب کی طرف سے آئی ہے۔ اب جس کا جی چاہے مان لے، اور جس کا جی چاہے اس کا انکار کر کے کافر اور ظالم ہو جائے۔ ہمارا کام تھا تمھیں واضح بات بیان کر دینا۔ لیکن یاد رکھو جو کفر کرے گا، جو ظالم ہوگا، انسانیت دشمن ہوگا، خواہش پرست ہوگا، اس کے لیے ہم نے جہنم تیار کر رکھی ہے، جس کے چاروں طرف بڑی بڑی دیواریں اور کمپاؤنڈز بنا رکھے ہیں۔ (18-الکہف: 29) وہاں سے نکل کر بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

پھر اللہ نے اس جہنم کا منظر بھی کھینچ دیا کہ اگر اس جہنم کے اندر یہ پانی مانگیں گے تو پیپ والا گرم کھولتا ہوا پانی ان کو دیا جائے گا۔ کیوں کہ دنیا میں ان کے اعمال ہی ایسے تھے۔ ''سورت الکہف'' میں اللہ پاک نے بڑی سخت سزائیں بیان کی ہیں۔

جمعہ کے دن ''سورت الکہف'' کی تلاوت کرنے کا نبی اکرم ﷺ نے اسی لیے فرمایا کہ جمعہ کے دن میں وہ چار واقعات تلاوت کرنے والے کے سامنے رہیں، جو اس سورت میں بیان کیے گئے ہیں۔ چاہے وہ (1) اصحاب کہف کا واقعہ ہو، جنھوں نے ظلم کے خلاف آزادی کی جنگ لڑی۔ (2) خواہ وہ موسیٰؑ اور خضرؑ کا واقعہ ہو، جو مظلوموں کی مدد کے لیے ایک قانونی نظام کی وضاحت کرتا ہے۔ (3) وہ ذوالقرنین کا واقعہ ہو کہ جس نے دنیا بھر میں پھیل کر مشرق ومغرب شمال وجنوب میں ہر جگہ پر ظلم کے خاتمے کے لیے کردار ادا کیا، (4) یا وہ ان باغبانوں کا واقعہ ہو جس میں ایک ظالم انسان اور ایک انسان دوست فرد کا مکالمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ پاک نے ان چار واقعات کے تناظر میں ایک واضح ہدایت دی ہے کہ آپ ان واقعات کے تناظر میں ان تاریخی حقائق کی روشنی میں اپنے آپ کو ایسے سچے لوگوں کے ساتھ جمائے رکھیں اور ان ظالموں کی اطاعت مت کریں، جن کا عبرت ناک انجام ہوا۔ اور فرمایا: ''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ ثابت قدم رکھیں کہ جو اللہ کو صبح اور شام پکارتے ہیں''۔

ہر جمعہ کو جو آدمی ''سورت الکہف'' کی تلاوت کرے اور ساتھ اس کے ترجمے پر بھی توجہ دے، اس کے سامنے ممالک کے حالات اور اُن میں کام کرنے والی پارٹیوں کے صحیح حقائق واضح ہو جائیں گے۔ وہ ان کے تناظر میں اپنی نیت درست کرے کہ خالص اللہ کی رضا کے لیے ایک سچی جماعت کا حصہ بننا ہے۔ ایسی جماعت جو اس ظلم کے نظام سے برأت کا اعلان کرتی ہو، اس کے سسٹم کی اطاعت نہ کرے۔ یہ نظریہ قرآن حکیم ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جمعہ کے دن اس سورت کے حقائق کو سمجھنے اور اس کے مطابق اپنا راہِ عمل متعین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!''

### حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز

# حضرت مولانا حکیم سیّد محمد مکرم حسین سنسار پوریؒ کا سانحۂ ارتحال

مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

انتہائی افسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے دوسرے مسند نشین حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا حکیم سیّد محمد مکرم حسین سنسار پوریؒ مؤرخہ ۲۲/ ذوالحج ۱۴۴۳ھ / 22/ جولائی 2022ء بروز جمعۃ المبارک بوقت دوپہر کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ إنّا لِلّٰه و إنّا اليه راجعون.

آپؒ کا خاندان ساداتِ حسینی سے تعلق رکھتا ہے۔ سلطان علاء الدین خلجی کے زمانے میں آپؒ کے جدِ امجد سیّد محمد عمر بن نظام الدین، ''پورقاضی''، ضلع مظفر نگر اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کے قاضی مقرر ہوئے۔ اس طرح یہ خاندان پہلے ''پورقاضی'' میں سکونت پذیر ہوا۔ پھر آپؒ کے پردادا صوفی سیّد کرم حسینؒ نے پورقاضی سے منتقل ہو کر ضلع سہارن پور کے مشہور قصبے سنسار پور میں مستقل قیام کیا۔ وہ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت اور اُن کے خلیفہ تھے۔ ان کے دونوں صاحبزادگان؛ حکیم سیّد فیض الحسن اور حافظ حکیم سیّد حسن بھی حضرت گنگوہیؒ سے بیعت اور اُن کے تربیت یافتہ تھے۔ اسی نسبت سے ان دونوں حضرات کا تعلق حضرت گنگوہیؒ کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ سے ہوا اور حضرت عالی رائے پوریؒ ان کی دعوت پر سنسار پور تشریف لائے۔ حکیم سیّد حسینؒ حضرت مولانا مکرم حسینؒ کے دادا ہوتے ہیں۔

آپؒ کے والدِ گرامی کا نام حضرت مولانا حکیم سیّد محمد اسحاق سنسار پوریؒ ہے، جو حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ: ''حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے حضرت مولانا سیّد محمد اسحاق سنسار پوریؒ کو میرے سامنے اجازتِ بیعت سے نوازا تو اُن پر رِقت طاری ہوگئی اور وہ بہت آبدیدہ ہوگئے''۔

انھیں اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ سے بڑی محبت تھی۔ حضرت رائے پوری ثانیؒ بھی کئی کئی ہفتے سنسار پور میں قیام فرمارہتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مولاناؒ نفلی حج کی اجازت لینے کے لیے حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ کی خدمت میں رائے پور حاضر ہوئے۔ حضرت اقدسؒ نے انھیں حج پر جانے سے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ: ''مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ کی اہلیہ بیمار ہیں۔ ان کے علاج کے لیے سکروڈھ چلے جائیں اور وہاں ٹھہر کر اُن کا علاج کریں''۔ بس حضرتؒ کا یہ حکم سنتے ہی اپنا حج کا ارادہ منسوخ کر دیا اور حج کے لیے جو پیسے جمع کیے تھے، وہ سب حضرت کی اہلیہ کے علاج کے دوران خرچ کر دیے۔ اس سلسلے میں راقم الحروف کے والدِ گرامی حضرت راؤ عبدالرؤف خاںؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ''ایک دفعہ حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ کے حکم سے حضرت حکیم سیّد محمد اسحاق سنسار پوریؒ نے ہمارے گاؤں سکروڈھ میں چھ ماہ تک قیام فرمایا تھا۔ اس لیے کہ حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کی اہلیہ محترمہ (والدِ گرامی کی پھوپھی زاد بہن) بہت بیمار تھیں۔ ان کے علاج معالجے کے لیے حضرت حکیم صاحبؒ نے وہاں قیام فرمایا۔ مریضہ کی حالت خراب ہونے کی وجہ سے حضرت حکیم صاحبؒ روزانہ ادویات میں تغیر و تبدل کرتے رہتے تھے۔ حکیم صاحب نسخہ لکھتے اور میں گھوڑی پر سوار ہو کر دس بارہ میل دور شہر رُڑکی سے ادویات لایا کرتا تھا اور پھر حکیم صاحبؒ کی نگرانی میں انھیں کُوٹ پیس کر تیار کیا کرتا تھا۔ حکیم صاحبؒ انتہائی نرم مزاج، شفیق اور انسانیت دوست بزرگ تھے''۔ آپؒ کے والدِ گرامی حکیم صاحبؒ کا انتقال بھی صفر ۱۳۷۵ھ / ستمبر 1955ء میں بروز جمعۃ المبارک کو ہوا تھا۔

حضرت مولانا مکرم حسین سنسار پوریؒ کی ولادت رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ / جنوری 1934ء میں اپنے قصبے سنسار پور میں ہوئی۔ آپؒ بچپن سے ہی اپنے والدِ گرامی حکیم سیّد محمد اسحاق سنسار پوریؒ کے ہمراہ رائے پور حاضر ہوتے رہے۔ اس طرح آپؒ کا بچپن سے ہی رائے پور سے ایک تعلق قائم ہوگیا۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے اجداد کے قائم کردہ مدرسہ فیضِ رحمانی سنسار پور میں حاصل کی۔ پہلے قرآن حکیم حفظ کیا۔ اس کے بعد ابتدائی فارسی کی کتابیں شرح جامی تک اپنے والدِ گرامی سے پڑھیں۔ پھر اعلیٰ درجات کی تکمیل کے لیے مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارن پور میں داخل ہوئے اور ۱۳۶۹ھ / 1950ء میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کر کے ظاہری دینی علوم سے فراغت حاصل کی۔ دینی علوم سے فراغت کے بعد اپنے والدِ محترمؒ سے طب کی کتابیں پڑھیں اور تقریباً چھ سال ان کی نگرانی میں مریضوں کے علاج معالجے میں خاصی مہارت حاصل کی۔

یوں تو بچپن سے ہی آپؒ کو اپنے والدِ گرامیؒ کے ہمراہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی صحبت حاصل رہی، لیکن ہوش سنبھالنے کے بعد حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ سے آپؒ نے باقاعدہ بیعت کی اور دینی علوم کی تکمیل کے بعد پوری یکسوئی کے ساتھ ذکر و فکر میں مشغول ہوگئے۔ تقریباً روزانہ سنسار پور سے رائے پور حضرتؒ کی خدمت میں حاضری ہوتی اور اپنے اَوراد و اَشغال حضرت اقدسؒ کی نگرانی میں اور بتلائے ہوئے طریقۂ کار کے مطابق پورے کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ اس طرح حضرت رائے پوری ثانیؒ سے تربیت حاصل کی اور نوعمری میں ہی راہِ سلوک و معرفت کی منازل طے کیں اور حضرتؒ سے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کے وصال اگست 1962ء کے بعد حضرت مولانا سنسار پوریؒ کا تعلق سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے تیسرے جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہٗ سے بہت گہرا رہا۔ چناں چہ جب بھی حضرت اقدس رائے پوری ثالثؒ کا رائے پور کا سفر ہوتا تھا تو آپؒ اُن کے ساتھ اپنے شیخ کی طرح معاملہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مولانا سنسار پوریؒ سے عرض کیا کہ حضرت رائے پوری ثالث تو آپ کے پیر بھائی ہیں۔ تو حضرت سنسار پوریؒ نے فرمایا کہ: ''پیر بھائی کیسے؟ آپ تو میرے شیخ ہیں،

اس لیے کہ میرے شیخ کے جانشین ہیں‘‘۔ اس لیے حضرت اقدس رائے پوری ثالثؒ کے رائے پور میں قیام کے دوران بیعت ہونے والوں کو حضرتؒ سے بیعت کرنے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے اور حضرتؒ سے ہی افاضۂ باطنی کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا سنسار پوریؒ کی ’’سوانح حیات‘‘ میں حافظ قاری محمد شوکت علی جمال پوری لکھتے ہیں کہ: ’’احقر حضرت سنسار پوریؒ سے بیعت تھا۔ مجھ سے انھوں نے ارشاد فرمایا کہ: ’’گاہ بہ گاہ رائے پور حضرت جانشین (حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری) کے قیام کے دوران ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے رہنا۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ احقر کو رائے پور آتے جاتے دیکھ کر ایک صاحب نے حضرت والا (مولانا سنسار پوری) سے عرض کیا کہ حضرت! ہم نے تو یہ سنا ہے بزگوں سے کہ ’’یک در گیر محکم گیر‘‘ فارسی کا مقولہ ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ’’ایک در پکڑلو، مضبوط پکڑلو‘‘۔ یعنی جب کسی ایک بزرگ سے تعلق ہوگیا، پھر دوسرے کے پاس نہ جائے۔ اس پر حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’یہ ایک ہی در ہے، یعنی حضرت جانشین صاحب رائے پوری کی تعلیم و تربیت اور میری ایک ہی ہے‘‘۔ حضرت مولانا سنسار پوریؒ کو حضرت اقدس رائے پوری ثالثؒ سے بڑا تعلق اور مناسبت رہی۔ حضرت اقدس رائے پوری ثالثؒ کے پاکستان کے قیام کے حوالے سے حضرت مولانا سنسار پوریؒ بڑے افسوس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ: ’’کسی کے شیخ تو مرنے کے بعد اپنے جائے قیام سے رُخصت ہوا کرتے ہیں، اور ہمارے شیخ ہماری ناقدری کی وجہ سے زندہ ہی ہم سے لے لیے گئے ہیں‘‘۔ (سوانح حیات عارف باللہ حضرت مولانا مکرم حسین سنسار پوریؒ، ص:176)

حضرت مولاناؒ کو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے بھی بہت محبت اور تعلق تھا۔ 1987ء میں جب حضرت اقدس رائے پوری ثالثؒ رائے پور تشریف لائے تو حضرتؒ کی کمزوری اور معذوری کو دیکھتے ہوئے حافظ محمد شوکت علی صاحب نے حضرت مولانا سنسار پوریؒ سے دریافت کیا کہ اب حضرت اقدس رائے پوری ثالثؒ کے بعد رائے پور خانقاہ کا کیا ہوگا؟ تو حضرت مولانا سنسار پوریؒ نے پیشین گوئی کے طور پر ارشاد فرمایا کہ: ’’ماشاء اللہ! حضرت اقدس کے بڑے صاحبزادے محترم حضرت مولانا سعید احمد صاحب دامت برکاتہم ہر اعتبار سے اہلیت رکھتے ہیں۔ وہی انشاء اللہ تعالیٰ جانشین ہوں گے‘‘۔ اسی لیے چند ہی روز بعد جمعہ کے دن رائے پور میں حضرت اقدس رائے پوریؒ کی طرف سے یہ اعلان ہوگیا کہ آئندہ حضرت مولانا سعید احمد رائے پوری دامت فیوضہم خانقاہِ رحیمی قادری عزیز کے جانشین ہیں۔ بعض حاسدین نے اس جانشینی پر اعتراض اور اختلاف کیا، لیکن حضرت مولانا مکرم حسین سنسار پوریؒ نے مکمل طور پر تائید و تصویب فرمائی اور بڑی دلی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد سے حضرت والا حضرت جانشین کا بہت اعزاز و اِکرام فرماتے تھے‘‘۔ (سوانح حیات، ص:177)

1987ء سے لے کر 2009ء تک راقم سطور کو حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہٗ اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کے ہمراہ خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے بہت سے اسفار میں معیت کا شرف حاصل ہوا۔ ہر ایک سفر میں حضرت مولانا سنسار پوریؒ ان حضرات کی خدمت میں بڑی ہی محبت اور تعلق سے تشریف لاتے تھے۔ اور اپنے متعلقین کو ان حضرات کی مجالس میں شرکت کا حکم دیا کرتے تھے۔ اور حضرات مشائخ رائے پور بھی حضرت مولانا سنسار پوریؒ کو بڑی عزت اور احترام دیتے تھے۔ تقریباً ہر دفعہ سنسار پور میں ان حضرات کی تشریف آوری ہوتی رہی۔ اس دوران حضرت مولاناؒ جس تپاک سے استقبال فرماتے تھے اور اعزاز و اِکرام کرتے تھے، اس کی مثال نہیں ہے۔ ان اسفار کے دوران حضرت مولاناؒ راقم الحروف پر بھی بڑی شفقت اور محبت فرماتے تھے۔ خاص طور پر راقم الحروف نے جب ’’سوانح حیات قطبِ عالم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ‘‘ تحریر کی اور 1999ء کے سفرِ رائے پور میں دیگر حضرات سمیت حضرت سنسار پوریؒ نے یہ کتاب ملاحظہ فرمائی تو انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور اس پر اپنی وقیع رائے گرامی قلم بند کروائی۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں: ’’قابلِ مبارک باد ہیں عزیز گرامی قدر مفتی عبدالخالق آزاد زید مجدہٗ کہ جنھوں نے ان مردانِ باصفا حضرات مشائخ رائے پور کے پیارے حالات کو جمع کر کے عام لوگوں کے لیے استفادہ کو آسان کر دیا ہے۔... دُعا ہے کہ اللہ جل شانہ مرتب موصوف کی اس کاوِش کو قبول فرما کر اپنے شایانِ شان اجر عطا فرمائے اور تمام مطالعہ کرنے والوں کو اس مفید مجموعے سے خوب فیض پہنچائے۔ آمین یا رب العالمین!‘‘۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے وصال 26/ ستمبر 2012ء کے بعد حضرت مولانا سنسار پوریؒ انڈیا سے پاکستان آنے جانے والوں کے ہاتھ ہمیشہ اپنی شفقت بھری دعاؤں سے نوازتے رہے۔ اور سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے فروغ کی کاوشوں سے ہمیشہ خوشی کا اظہار کرتے رہے۔ اپنے مریدِ خاص اور خلیفہ حافظ شوکت علی کو خاص طور پر لاہور یہ پیغام دے کر بھیجا اور بڑی محبت کا اظہار فرمایا۔ حافظ شوکت علی صاحب لکھتے ہیں: ’’ہمارے حضرات مشائخ رائے پور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ سے لے کر حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ تک اور ان سب حضرات کے خلفا بڑی امتیازی شان کے بزرگ ہوئے ہیں۔ الحمدللہ! اس وقت خانقاہِ رحیمیہ رائے پور کے موجودہ مسند نشین حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری ہیں، جو شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث اور اعلیٰ صفات کے حامل ہیں۔ جن کی مسند نشینی پر خانقاہ کے فیض یافتگان مشائخ حضرت مولانا شاہ سیّد مکرم حسین حسینی سنسار پوری اور حضرت مولانا شاہ افتخار الحسن صاحب کاندھلوی ہر دونوں حضرات نے تائید و تصویب فرما کر اطمینان کا اظہار فرمایا ہے۔ اور حضرت مفتی صاحب کو اپنی نیک دعاؤں سے نوازا ہے‘‘۔ (سوانح حیات حضرت مولانا سنسار پوری، حصہ دوم، ص:342)

حضرت مولانا سنسار پوریؒ کے وصال سے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متوسلین اور متعلقین کو بہت صدمہ پہنچا ہے۔ ان کی جدائی پر تمام ہی احباب مغموم ہیں اور سبھی نے ان کے بلندیٔ درجات کی دعائیں اور ایصالِ ثواب میں جدوجہد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سنسار پوریؒ کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنے مشائخ کی معیت نصیب فرمائے۔ آمین!

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

## بقیہ ضرورت سے زائد دولت معاشرے کو لوٹائیں

اس سلسلہ میں چینی صدر کا کہنا ہے کہ پہلے ہم اس کو ایک پائلٹ پروجیکٹ کے طور اختیار کریں گے۔ چناں چہ انھوں نے مشرقی چین کے صوبے (Zhejiang) جیجانگ کا انتخاب کیا، جو ''علی بابا ہولڈنگ گروپ لمیٹڈ'' کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ علی بابا' پرائیویٹ کاروباری دنیا کا ایک مضبوط رابسٹ (Robust) گروپ مانا جاتا ہے۔ یہ گروپ ریٹیل میں کام کرتا ہے۔ یعنی گاہکوں کو براہِ راست اشیا و خدمات فروخت کرتا ہے۔ چین نے انھیں کہا ہے کہ ان علاقوں میں کام کرنے والے محنت کشوں کی اُجرتوں میں اگلے 5 سالوں کے دوران 45 فی صد تک اضافہ کرنا ہوگا۔ مزید یہ کہ جب کبھی محنت کش اپنی اُجرتوں میں اضافہ کی بابت کوئی مطالبہ کریں گے، ریاست ان کا ساتھ دے گی۔ انھوں نے کمپنی کو کہا ہے کہ وہ اپنے سالانہ منافع کو ملازمین میں ڈیویڈنڈ (dividend) کی شکل میں تقسیم کریں گے۔ جب بھی کمپنی کا منافع بڑھنے سے کمپنی کے شیئرز یعنی (حصص) کی مالیت میں اضافہ ہوگا، اس کا سارا فائدہ ملازمین کو منتقل کیا جائے گا۔

چین دُنیا کا انوکھا تجربہ کرنے جا رہا ہے۔ یعنی اس نے پہلے کمپنیاں بنائیں۔ پھر انھیں کاروبار کرنے کی کھلی اجازت دی۔ پھر انھیں کہا کہ ملازموں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ اور آخر میں ریاست کہہ رہی ہے کہ جو منافع محنت کشوں کی مدد سے کمایا گیا ہے، اب اس منافع کو معاشرے کی طرف لوٹا دیں، تاکہ معاشرے میں پھر سے دو انتہائیں نہ پیدا ہو جائیں۔ ریاست سارے عمل کی نگرانی کرے گی۔

سرمایہ داریت محنت کشوں کی مدد سے کمائے گئے منافع پر صرف ایک مخصوص گروہ کے مفادات کی بالادستی کو تحفظ فراہم کرتی ہے۔ محنت کشوں کے حقوق کا استحصال کیا جاتا ہے۔ ان کے جائز اور بنیادی حقوق کی حفاظت نہیں کی جاتی۔ وہ جانوروں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ سوشلزم نے مزدورں میں کاہلی اور سستی کا رویہ پیدا کیا۔ کام نہ کرنے کا رُجحان تقویت پانے لگا۔ انسانی دماغ کے استعمال کو مفلوج کر دیا۔ نجی شعبے کو کاروباری دنیا میں شرکت سے روک دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں جدت واِختراع کا عمل فروغ نہ پا سکا۔ پیداواری عمل سست روی کا شکار ہو گیا۔ تجارتی ترقی رک گئی۔

حالیہ ماڈل میں انسانی دماغ کو استعمال کرنے کے بھرپور مواقع فراہم کیے گئے ہیں۔ ان کے کاروبار کو ترقی دینے کے کھلے مواقع پیدا کیے گئے ہیں۔ جب انھوں نے جی بھر کر کما لیا، پھر انھیں کہا جا رہا ہے کہ جو دولت تم نے کمائی ہے اور وہ تمھاری ضرورت سے زیادہ ہے، اب وقت آ گیا ہے کہ آپ اسے معاشرے کی طرف لوٹا دیں، تاکہ معاشرہ جو اس سارے عمل میں تمھاری طاقت تھا، اب ہم نے اسے بھی عمومی ترقی دینی ہے۔ اس نئی تشکیل میں ایک پہلو کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ اس میں انسان کی مادی ضروریات کا خیال تو رکھا گیا ہے، لیکن غیر مادی پہلو، انسانی روح اور اس کا اصل سے تعلق اور اس کے دنیا میں رہتے ہوئے تقاضے زیرِ بحث نہیں لائے گئے۔ یہ بھی ارتقا کی ایک لازمی کڑی ہے۔ اس لیے ایک وقت میں اس کی بھی تشکیلِ نو کرنی پڑے گی۔

# دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

**سوال** میرے والد صاحب نے نشہ آور چیز نہ کھانے کی قسم کھائی تھی، مگر اب والد صاحب کی بیماری کی وجہ سے ڈاکٹر نے نیند کی دوائی لکھ دی ہے تو ایسی صورتِ حال میں شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں؟ سائل محمد آصف شاد، لاہور

**جواب** صورتِ مسئولہ میں نشہ آور دوائی کے استعمال سے بھی مسئول کے والد حانث ہو جائیں گے۔ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے: ''کہ اگر کسی شخص نے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھائی، پھر اس کام کو چاہے عمداً کرے، یا بھول کر کرے، یا مجبوری میں کرے، حتیٰ کہ اس پر بے ہوشی طاری ہوئی، یا مجنون ہوا، پھر اس نے وہی عمل کیا تو ان سب صورتوں میں حانث (قسم توڑنے والا) ہو جائے گا''۔ (کتاب الایمان، باب اوّل)

لہٰذا مجبوری میں اگر قسم ٹوٹتی ہے تو ان پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔ قسم کا کفارہ یہ ہے کہ 10 مسکینوں کو صبح و شام (2 وقت) پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے۔ یا ہر ایک کو ان میں سے پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت دی جائے، یا ان کو نئے کپڑوں کا ایک ایک جوڑا دے دے۔ اگر غریب ہونے کی وجہ سے ان چیزوں کی استطاعت نہ رکھے تو مسلسل تین روزے رکھے۔ (سورۃ المائدہ، آیت 89)۔ نیز قسم کو توڑنے والے شخص کو اپنی مالی حیثیت بھی ملحوظ رکھنی چاہیے۔ اگر مالی استطاعت کے مطابق نئے کپڑوں کا ایک ایک جوڑا دے سکتا ہو تو بہتر یہ ہے کپڑوں کا جوڑا دے۔

### بقیہ: جمہوری تماشہ اور گماشتہ میڈیا

اور یہ ایک آمرانہ اور جمہوریت شکن روایت کا تسلسل ہے، جس کا آغاز قیامِ پاکستان کے وقت ہوا۔ وہ اس طرح کہ معروف خدائی خدمت گار رہنما باچا خان کے بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالجبار خان صاحب صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ تھے، مگر فقط آٹھ دن بعد یعنی 22/ اگست 1947ء کو اس وقت کے گورنر جنرل نے ان کی وزارت برطرف کر دی، حال آں کہ اس وقت باچا خان، کانگریس کی طرف سے ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم کو قبول کرنے کے بعد پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شمولیت کا فیصلہ بھی کر چکے تھے۔

حالیہ عدالتی فیصلے نے جمہوریت کے دعوے داروں کے درمیان اقتدار کی کشمکش کو بہ ظاہر عارضی اِفاقہ فراہم کیا ہے، لیکن اس فیصلے نے اس جمہوری تماشے کی حقیقت کو بھی واضح کر دیا ہے کہ جمہوریت کے دعوے داروں میں اتنا بھی ظرف نہیں کہ وہ الیکشن میں کامیاب ہونے والی پارٹی کو پُراَمن اور جمہوری طریقے سے اقتدار سپرد کر سکیں۔ اور مزید برآں ارکان کی خرید و فروخت نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اس نظام کی اَساس اَخلاق، اُصول، جمہوریت اور صالح روایات کے بجائے صرف اور صرف زر اور سرمائے پر ہے۔ (مدیر)

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔